بیداری ملت اسلامیہ: وقت کا اہم تقاضہ اور ذمہ داریاں

Awakening of Muslim Nation: Requirement of The Time and Responsibilities

غلام یوسف[i]

Abstract

In modern age the dialogue between Islamic world and the Western countries over fundamental disagreements in worldviews has occurred quietly, behind the controversies. In the short term, whether Muslims find a voice in Western culture depends on the success they achieve in developing their ideas.WesternThinkers have openion that Muslim countries and leadership should not fear globalization and should seek to benefit from all the means of progress in Some Islamic leaders do promote the goal of internationalization and globalization. But in modern age the designs have been circulating in the Islamic culture science, economics and wealth. In his opinion, Muslims world should be careful to protect themselves from the negative effects of this kind of expansion, remaining aware of the danger of being dissolved in the world and losing their identity .The significance and value of every scientific idea depend upon its practical value in life. In this article we throw light on theWestern, s different way of attack on Muslim world .The lack of real Islamic leaderships, struggle for freedom and defenceom Muslim nation .The scientific and modern technic development of media war, armed attack on Muslim world the terms of tarrarism, economics and wealth, electronic networks and individualized media has made new cultural pathways possible for enclave Muslims. After the Second-World-War, Western scholars have been discussing and studying various religions and publishing their findings. Imitating them, we also followed the same course and chose certain aspects of our holy religion as the subject of discussion and-debate about East and Weast culture .At least they make the policies to promot only Weastern objects and thought.

Key Words: Muslims, Globalization, Islamic Culture, Modern Trends

تمہید

امت مسلمہ کے اتفاق واتحاد کے لیے اجتماعی فرائض میں سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ موجودہ مسلمان قوم

i پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ

کے اجزائے ترکیبی پر غور کر لیا جائے اور پھر اس بات پر اتفاق ہو جائے کہ ہمارے جو مسائل سراسر اندرونی اور داخلی ہیں ان کو خود حل کرنا ہے اور کسی اغیار کی ثالثی کی نوبت تک نہ آئے۔ سب اسلامی ممالک اور قیادتیں، علماء اور دین کے سارے ہمدرد مل کر اپنی سب توانائیاں امت کی اصلاح پر صرف کر دیں اور بیرونی طاقتوں کو دخل اندازی کا موقع ہی فراہم نہ کریں تو کوئی بھی سامراجی قوت امت مسلمہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تب جا کر ہم برابری کی حیثیت اور مقابلے کی فضاء قائم کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں مخلص اور قابل مسلم قیادت کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

تحقیقی آرٹیکل میں امت مسلمہ کو درپیش جدید نوعیت کے مسائل پر آگاہی فراہم کرنا مقصود ہے۔ اس ضمن میں راقم کی ذاتی آراء و معروضات کو وقت کے جدید تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے زیر بحث لایا گیا ہے۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ آج کے جدید سائنسی دور میں امت مسلمہ میں ایسے مخلص قائدین اور مفکرین کی ابھی کمی ہے جو بیک وقت اسلامی علوم کو دور جدید کے ساتھ مماثلت کی راہیں کشادہ کرنے میں اور جدید مغربی زبانوں پر عبور بھی رکھتے ہوں۔

مسلم مفکرین اور دانشور حضرات کے لیے جدید مغربی علوم پر مکمل دسترس اور عبور ہونے کے ساتھ ساتھ یہود وہنود کی سازشوں سے آگاہی از حد ضروری ہے تاکہ سازشوں کے مقابلے کے لیے حفاظتی اور احتیاطی تدابیر کا اہتمام کیا جاسکے۔

امت مسلمہ پر غیر مسلم ذرائع ابلاغ کا مختلف الجہات حملہ آور ہونا یہود ونصاری کا طے شدہ ایجنڈا ہے۔ اس حملے کی پشت پر ان کے مفکرین کی منفی سوچ کار فرما ہے۔ اس کا توڑ کیوں کر اور کیسے ممکن ہے یہ ایک الگ بحث ہے۔ یہود ونصاری کی امت مسلمہ کو قابو میں لانے کے لیے فکری انجمنیں بھاری سرمائے کے ساتھ سینکڑوں کی تعداد میں مشغول ہیں اور میدان عمل میں اتر چکی ہیں کہ کس طرح قوم مسلم پر اپنا سکہ جمایا جاسکے۔

کچھ مسلم قائدین کی جانب سے امت کی بیداری کے لیے کی جانے والی اجتماعی کاوشوں کو امت کے مصلحین نے سراہا ہے تاہم ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ وقت کے جدید تقاضوں کے عین مطابق اس ضمن میں بیداری ملت اسلامیہ کے لیے چند ایک مختلف الجہات معروضات کو تحقیقی آرٹیکل میں زیر بحث لایا جانا مقصود ہے۔

حقیقی اسلامی قیادت کی ضرورت

دنیائے اسلام پر اہل مغرب اور یورپ کی غلبہ پسندی ایک وجہ یہ بھی ہے وہ مسلم قائدین جو مغرب سے تعلیم یافتہ ہیں جن کی مسلم ممالک میں ایک کثیر تعداد ہے۔ چند ایک افراد بھی اس گنتی سے مستثنیٰ نہیں ہیں اور وہ جدی پشتی

"Serious back" اسلامی دنیا پر حکمرانی بھی کر رہے ہیں ان میں اکثریت اپنے آپ کو اعتدال پسند مذہبی رجحانات کے برعکس سیکولر ذہن یعنی لا دینیت پسند روشن خیال ترقی یافتہ مسلمان مفکرین کی صف میں شمار ہی نہیں کرتے بلکہ امت مسلمہ کی راہنمائی کا اپنے آپ کو مرکز اور محور سمجھتے ہیں۔

اصل میں اہل مغرب کو ایسے افراد کی اشد ضرورت ہوتی ہے جو ان کے اشاروں پر چلنے والے ہوں تو ان کو اسلامی ملک کی جہان بانی کا مستحق قرار دیے جانے باقاعدہ سرٹیفیکیٹ کی فراہمی کے بعد اس ملک پر اپنی مرضی کی حکومت کروانے کا ایک ذریعہ ہاتھ آجاتا ہے۔

سامراج کی مسلط کردہ یہ وراثتی قیادت اسلامی اصول جہانبانی سے نا آشنا تو ہے ہی صرف کسی حد تک انگلش زبان پر عبور ہوتا ہے تا کہ ریاستی باشندوں پر رعب ودبدبہ جمایا جا سکے اس کے ساتھ ساتھ ملک کے معاشی تعلیمی و عدالتی نظام کو اغیار کے ہاتھوں چلانے کی اس سازش اور کاوش میں اپنے ملک کو جھونکنے میں قلدین کا کردار ادا کرتے ہیں۔

اب سامراج نے جن اسلامی ممالک اور اداروں میں دخل اندازی کرنی ہو وہ ان آلہ کاروں کی وساطت سے باآسانی گھس جاتے ہیں ملکی باشندے جتنی بھی مخالفت کریں لاحاصل کوشش ہے کیوں کہ بادشاہ سلامت بین الاقوامی یہودی سازش کو ملک میں اصلاحات اور ترقی کے نام پر لاگو نہیں کرتے تو حکمرانی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ ایسے میں قوم کو خطاب کیا جاتا ہے کہ عالمی دنیا کے ساتھ چلنا انتہائی ضروری ہے۔اس پر مالی فولاد بھی ہیں۔ وہ ہمیں فنڈز مہیا کرتے ہیں جو ہمارے کام کی چیز ہے ان دگرگوں حالات میں ریاستی باشندوں کو سیاسی، مذہبی اور معاشی میدانوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے نتیجے کے طور پر اس ملک کے لوگ اپنے وطن میں زبوں حالی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ہجرت کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ وہ مغربیت زدہ مسلم قلدین ہیں جو امت مسلمہ کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ ان احباب کو خود اس بات کا ادراک نہیں ہوتا کہ وہ اپنے وطن کے لیے یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کے دور رس منفی اثرات و نتائج مرتب ہوں گے اور آئندہ نسلیں کس طرح بھگتیں گیں؟

اپنی جگہ وہ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ عالم اسلام کی خدمت کر رہے اور ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں اوپر سے سامراج حمایت کا دعویٰ بھی کر دیتا ہے اب ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے حالانکہ یہ استحکام تو عارضی ہوتا ہے جو سودی قرض کی شکل میں نظر آتا ہے جو اس ملک کو مذید اندھیرے میں دھکیل رہا ہوتا ہے ورنہ سامراج کو امت مسلمہ سے کیا ہمدردی؟اس حربے سے حقیقت میں اہل مغرب ویورپ اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے میں محو ہوتے ہیں۔غیر مسلم کی یلغار کے مقابلے کے لیے امت کے پرخلوص مصلح راہنماؤں کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس

ضمن میں اسلامی ممالک اپنے اختلافات کو پس پشت ڈال کر مادی وسائل کی فراہمی کو یقینی بناتے ہوئے متفقہ میڈیا محاذ سے متعلق اسلامی دفاع کی خاطر ادارے کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے ۔ مسلم ممالک کے پاس سرمائے کی کوئی کمی نہیں دلائل و برھان کے ساتھ دفاع اسلام کے لیے ایک خطیر رقم کا اہتمام کیا جانا بھی مقصود و مطلوب ہے [1]۔

اسلام مخالف اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے والے مغربی میڈیا پر برائے نام نہیں بلکہ مسلم ممالک میں انکی نشر و اشاعت پر مطلق پابندی ہو ۔ کسی قسم کی رعایت نہ برتی جائے اسلامی تہذیب اور جہادی روح کو مسخ کرنے والے فضائی اسٹلائیٹ کو جام کرنے کے آلہ جات کو اسلامی ممالک میں حکومتی نگرانی میں نصب کیا جائے ۔

مسلم دانشوروں کے مطالعاتی دورہ جات اسلامی ممالک کے علاوہ غیر مسلم میں بھی ہونے چاہیں ۔ صلحائے امت کو امت کی اصلاح کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔دنیائے اسلام میں پرنٹ میڈیا کی حد تک کافی کام ہورہا ہے جو قابل ستائش ہے مگر الیکٹرانک میڈیا کو ابھی اتنا مضبوط اور مستحکم ہونے کے لیے بڑا وقت درکار ہے اور اس کے لیے جہد مسلسل بھی ضروری ہے ۔

باہم اتحاد، وقت کا تقاضہ

ادھر اسلامی ممالک میں پہلے ہی باہمی تعاون نہ ہونے کے برابر ہے۔فوجوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے مشترکہ دشمن کا تعین کون کرے یہ مشکل کام ہے۔مشترکہ دفاع کا کوئی لائحہ عمل قابل غور ہی نہیں اگر ہے تو اس کی اہمیت، معیار اور مبارزت کی کوئی جہت دشمن کے مقابلے میں متعین ہی نہیں سب کا یہی کہنا ہے کہ مغرب ناراض نہ ہو۔مسلم ممالک کی باہمی لڑائیوں، جھگڑوں اور سرحدی تنازعات میں ثالثی کا کردار کون ادا کرے؟ کیا یورپ اور امریکہ یہ کام کریں ؟ سوال یہ ہے کیا وہ اس امت کے خیر خواہ ہیں اسلامی ممالک کے اتحاد کی کوئی ٹھوس مثال جس میں اس اتحاد نے کوئی قابل ذکر کردار ادا کیا ہو، ناممکن ہے ۔ خود اسلامی ممالک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔اب تلک کوئی موثر اور قابل تقلید اسلامی نظام حکومت ''خلافت و شورائیت'' معرض وجود میں نہیں آسکا کہیں وراثتی آمریت کہیں نام نہاد اسلامی جمہوریت ، کہیں عوامی و مغربی جمہوریت کہیں صدارتی اور کہیں پارلیمانی نظام حکومت کا چرچا ہے اور کہیں موروثی بادشاہت قائم ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ بعض اسلامی ممالک بھی سیکولر ہو چکے ہیں۔ جن میں ترکی سر فہرست ہے ۔ معمولی باہمی رنجشوں پر ملک کے حالات جنگی اور ہنگامی صورت اختیا کر جاتے ہیں ایسے میں بادشاہوں کو ملک کی نہیں بلکہ اپنی بادشاہی کے تحفظ کی فکر دامن گیر رہتی ہے ۔

آج تک اسلامی قیادت عالم اسلام میں اور اپنی صفوں میں اتحاد کی فضاء قائم نہیں کر سکی اسلام کے عین مطابق مجموعی زندگیوں کو نہیں ڈھالا۔ اس ضمن میں ثروت صولت کی رائے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

"اکثریت مسلم ممالک کی مالی طور پر مستحکم ہونے کے باوجود مغرب ویورپ کے دروازے پر سوالی بن کر کشکول لیے کھڑی ہے۔ ایسے میں ہم کس طرح اپنے آپ کو من حیث القوم صحیح معنوں میں مغرب کے سامنے پہچان اور شناخت کے لیے پیش کر سکتے ہیں ؟ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک غلام راہنما اور قوم کی بات کس حد تک سنی جائے گی اس کو کس حد تک پزیرائی ملے گی اس رہنما کا اور اس کی بات کا مقام کیا ہو گا ؟ کیا امت مسلمہ ایسے ہی کسمپرسی میں وقت گزارے گی یا کیا حالات کا جائزہ لیکر کوئی حکمت عملی وضع کرنے کا اختیار بھی سامراج کے پاس ہے [2]۔"

اس کا یہ مطلب بلکل نہیں کہ ہم پر مایوسی کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور یہ بادل چھٹ بھی جائیں گے مگر پہل کون کرے ہر وہ شخص جو امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کرتا ہے سامراج اس کو "صفحہ ہستی سے مٹادینے کی ٹھان لیتا ہے۔ کیا ہمارے پاس قیادت کا واقعی فقدان ہے؟ یا کیا ہمارے پاس مجاہدین اسلام یعنی اسلامی سپاہ و اسلحہ اور تربیت کی کمی ہے نہیں بات صرف یہ ہے کہ جب تک امت مسلمہ کی قیادت یہود وہنود کی چالوں سے آگاہ نہیں ہو گی اس وقت تک یہ خلفشار انتشار بڑھتا رہے گا۔ اس طرح سامراج اپنے مشن میں کامیاب ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

یہ کامیابی عارضی ہے نہ کہ دائمی۔ اس مادی دور میں کھیل صرف اور صرف مفادات اور طاقت کا ہے۔ دنیا کا شاید ہی کوئی حصہ ہے جہاں بڑی طاقتوں کی رسہ کشی اور مفادات کی جنگ مقامی باشندوں کی خوشحالی اور پُرسکون زندگی کو برباد کرنے کا سبب نہ بن رہی ہے۔

یہ بات طے ہے کہ کوئی بھی شخص خوشی سے اپنے آبائی وطن کو خیر آباد نہیں کہتا بلکہ انسان اپنا گھر بار اُسی وقت چھوڑنے پر مجبور ہوتا ہے جب اُسے اُس کا گھر قفس لگنے لگے۔ یہ احساس کہ اُس کی اور اُس کے خاندان والوں کی جان و مال خطرے میں ہے۔ انہیں ہر طرح کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے پناہ کی تلاش میں نکلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ خانہ جنگی، جارحیت دہشت گردی، سیاسی تعاقب، خاندانی دشمنی، یہ وہ عوامل ہیں جن کے سبب سب سے زیادہ افراد مہاجرت اختیار کرتے ہیں۔

امت کے دفاع اور اتحاد کی بابت ایک بات بہت واضح ہے۔ یہاں بہت ابتدائی اور بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ افراد کی ذہنیت سے لے کر اجتماعی مقاصد تک سب کچھ تبدیل ہونا ہے۔ مسلم قوموں اور ملکوں کے موجودہ اہداف کسی معنی میں بھی درست اہداف نہیں ہیں۔ دین اسلام کی سمت کسی طرف ہے تو ان ملکوں اور قوموں کی سمت کسی اور طرف۔ اس لئے ان ملکوں اور قوموں کے موجودہ اہداف پر مقاصد کا حصول فضول ہے۔

اللہ کے فضل سے اس امت کو تھوک کے حساب سے ملک اور زمین حاصل ہے مگر اسلامی نظام حکومت کی حقیقت ان مملکتوں سے کوسوں دور ہے۔ کیا ماضی میں ہمارے لیے مشرقی و مغربی تہذیبوں کے تصادم کے بڑے واقعات اور حادثات میں عبرت کا کوئی سبق نہیں؟ کیا مسلم ملکوں کی مزید ضرورت ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کی ضرورت کچھ اور ہے اور امت مسلمہ کی دفاعی نوعیت کچھ اور ہے۔

حق کی اتباع پر کسی طرح اپنی قوم کو تیار کر لیں تو تاریخ کا وہ موڑ جس کا ہم چار سو سال سے انتظار کر رہے ہیں بہت جلد آسکتا ہے۔ مسلمانوں کے پاس اتنے ملکوں کا ہونا اور عرصہ دراز سے ان کے پاس رہنا، مگر پھر بھی دنیا کو حق اور باطل کا فرق تک معلوم نہ ہونا، تاریخ کا ایک خاصا بڑا اور قابل غور واقعہ ہی نہیں بلکہ المیہ بھی ہے۔

نااتفاقی اور اتحاد کی مثال اس اینٹ سے دی جاسکتی ہے خواہ وہ کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو اور اس کی تعداد لاکھوں میں کیوں نہ ہو اگر منتشر اور بکھری ہے تو کمزور ہے، ایک معمولی شخص بھی اسے اِدھر سے اُدھر اٹھاکر پھینک سکتا اور اسے توڑ کر ریزہ ریزہ کرسکتا ہے، مگر یہی اینٹیں اگر دیوار میں منظم انداز میں چن دی جائیں تو وہ آپس میں مل کر اتنی مضبوط ہوجاتی ہیں کہ اسے توڑنا اور منہدم کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اسے توڑنے کیلئے بڑے بڑے بلڈوزروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ نااتفاقی اور اتحاد کی مثال اس اینٹ سے دی جاسکتی ہے خواہ وہ کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو اور اس کی تعداد لاکھوں میں کیوں نہ ہو اگر منتشر اور بکھری ہے تو کمزور ہے، ایک معمولی شخص بھی اسے اِدھر سے اُدھر اٹھاکر پھینک سکتا اور اسے توڑ کر ریزہ ریزہ کرسکتا ہے، مگر یہی اینٹیں اگر دیوار میں منظم انداز میں چن دی جائیں تو وہ آپس میں مل کر اتنی مضبوط ہوجاتی ہیں کہ اسے توڑنا اور منہدم کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اسے توڑنے کیلئے بڑے بڑے بلڈوزروں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس اینٹ کی مانند عالم اسلام بکھرا ہوا ہے۔ الغرض یہ کہ ہم خود اپنے وطن میں بکھرے ہوئے ہیں، ہمارے درمیان کسی قسم کا کوئی ربط اور اتحاد نہیں۔ ہر کوئی اپنی اپنی بولی بول رہا اور اپنے سُر میں گارہا ہے بلکہ ہر فرد قلندر بنا ہوا ہے۔ کوئی دوسرے کی بات اور کسی کو اپنا قلندر ماننے کیلئے تیار نہیں ہم میں خوف کی حد تک مصلحت پسندی کی کیفیت گھر کرگئی ہے[3]۔

مسلم ممالک دشمن کے ساتھ کھل بات کرنے اور صحیح موقف اختیار کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں عجیب بات ہے کہ مسلمان سب کچھ دیکھ رہے ہیں سمجھ بھی رہے ہیں ساری سازشوں کو محسوس بھی کررہے آپس کی رسا کشی اور اختلافات کو ختم کرنے کی ضرورت بھی محسوس کررہے ہیں پھر بھی باہم دست و گریبان ہیں، ایک دوسرے کے خلاف محاذ کھولے ہوئے اور ایک دوسرے کی تکفیر تک کرنے سے گریز نہیں کرتے جس سے ہمارے اصل دشمن شاداں وفرحاں ہیں کہ وہ

اپنے سازشی عزائم میں کامیاب ہیں۔

احساس کے باوجود امت مسلمہ نہ ایک پلیٹ فارم پر ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے اصول اور اسلام کی بنیاد پر یکجا ہو رہے ہیں۔اس پُر آشوب دور میں ہمارے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم اسلام کے گرد جمع ہو جاتے اور اپنے ذاتی مفادات کو قربان کرتے ہوئے اسلام کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لیتے جیسا کہ اللہ کا حکم بھی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ روئے زمین پر اس وقت کوئی بھی دین و مذہب ایسا نہیں جس نے اسلام کی طرح اخوت وبھائی چارگی،اتحاد واتفاق میل ملاپ ،الفت ومحبت، تعاون و دستگیری باہمی تعاون اور کاندھے سے کاندھا ملا کر چلنے کی تعلیم دی ہو، اسلام ہی کا یہ امتیاز ہے کہ اس میں مساوات پر بہت زیادہ زور دیا اور پھوٹ وفرقہ بندی، اختلاف وانتشار، آپسی رنجش وکدورت، عداوت ودشمنی، بغض وعناد اور آپسی رسا کشی سے سختی سے منع کیا ہے کہ اتحاد واتفاق،ہلاکت وبربادی سے تحفظ کی کلید ہے۔

اسلامی بینکاری کا ارتقاء

امت مسلمہ ماضی میں جن مصائب کا شکار رہی ہے ان میں ایک مصیبت معاشی واقتصادی معاملہ میں سودی بینکاری کی لعنت بھی ہے ۔اسلامی معاشروں میں اس مرض کا نفوذ سرطان کی مانند تھا اس بیماری سے چھٹکارا محال رہا ہے کیونکہ سامراجی اور استعماری قوتوں نے اس لعنت کو امت مسلمہ پر غلبہ پانے کے لیے بطور ہتھیار استعمال میں لایا۔یہ کہ ماضی میں اسلامی بینکاری کے عنوان پر علماء اور فقہا کی کاوشوں کو منظر عام پر لانے کی کوششیں ہی نہیں کی گئیں

مسلم معاشروں میں صرف مغربی معیشت کو مورد الزام ٹھہرانے میں عافیت سمجھی مگر پچھلے تیس سالوں میں مسلم فقہا و زعما اہل علم و قلم حضرات کے قلمی شاہکار اور حقیقی اسلامی بینکاری کے موضوعات پر کافی کام منظر عام پر آچکا ہے۔ ان تحقیقی کاوشوں کی بدولت ، فیوض وبرکات سے وطن عزیز پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں سودی بینکاری کے مقابلے میں اسلامی بینکاری کے نظام کو جزوی طور پر عملی جامہ پہنادیا گیا ہے باقاعدہ اسلامی شریعہ بورڈ معاشی نظام کی نگرانی بھی کرتا ہے۔

بعض بینک اور مالیاتی ادارے تو مکمل اسلامی بینکاری کے اصول وقوانین پر عمل در آمد کر چکے ہیں اور بعض ابھی جزوی طور پر آزمائشی عارضی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔یہ بھی ایک حوصلہ افزا اور روشن مثال ہے امت مسلمہ کے لیے کہ وہ معاشی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی سعی کر رہی ہے ۔ اسلامی نظام بینکاری ابھی ابتدائی مراحل میں ہے ۔ ابھی ترقی کی بہت سی منازل طے کرنی باقی ہیں اور ایک ترقی یافتہ شکل سودی بینکاری کے مقابلے میں عملاً فراہم کرنا ہو گی۔ جس کے لیے ابھی مزید تحقیق اور عرصہ درکار ہے۔

اسلامی بینکاری کی ایک اچھی مثال ہمارے سامنے بعض غیر اسلامی ممالک میں بھی اب اسلامی بینکاری کی طرف رجحان پایا جارہا ہے ۔ برطانیہ میں مسلم کیمونٹی اپناسرمایا اکثر اسلامی بینک کی مجوزہ شاخوں میں محفوظ کرتے ہیں ۔ ان مالیاتی اداروں میں کچھ تو نجی، شخصی ملکیت میں ہیں اور بعض کو حکومتی سرپرستی حاصل ہے ۔ یہ بات طے ہے کہ مسلمان غیر مسلم ممالک میں اسلامی بینکاری نظام فعال کرنے میں آزاد ہیں ۔

اگر کسی مسلم معاشرے میں دولت مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہو جائے ۔ اس کی گردش ایک خاص طبقہ کی حد تک محدود ہو جائے اور اہل ثروت ملکی وسائل پر جائز وناجائز طریقے سے قابض ہوں ۔

حکمران طبقہ ایسے ٹھوس اقدامات بھی نہ کرے جن سے ملکی بے روزگاری کو کم کیا جائے ۔ صرف یہ کہہ کر کہ یہ اللہ کی طرف سے تقدیری معاملہ ہے بس صبر کرو جب اللہ چاہے گا تو آسانیاں پیدا ہو جائیں گیں ۔عام شہری دووقت کے کھانے کو ترس جائیں ۔ایسے میں وہ معاشرہ عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے ۔ ریاستی باشندے بہتر معیار زندگی کے لیے دوسرے ممالک کا رخت سفر باندھنے کو ترجیح دیتے ہیں ۔ جہاں وہ اپنی فنی صلاحیتوں کو منوا کر معاشی فکر سے آزاد بھی ہوتے ہیں اور دوسرے ملک کی ترقی میں اپنے حصے کا کردار بھی ادا کرتے ہیں ۔

جدوجہد آزادی کی تحریکوں پر پابندی

جہاد ایک مقدس اسلامی فریضہ ہے اور خاص کر یہ اسلام کا دفاعی رکن ہے مگر صیہونی دماغ مسلمانوں کے اس دفاعی رکن کو کسی بھی صورت میں ماننے کو تیار نہیں ۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمان اگر دفاع مظبوط کرلیں تو اغیار کو پر امن مسلمان ممالک میں ناجائزدخل اندازی کا موقع فراہم نہیں ہوسکتا۔

تاریخ شاہد ہےماضی میں عالم اسلام نے ایک ہزار سال تک موجودہ تین بڑے براعظموں پر بلا شرکت غیرے یہوداور ہنود پر عادلانہ و منصفانہ حکومت کی ہے ۔اسلامی مجاہدین اور سپہ سالاروں نے دفاع امت کے لیے لا زوال قربانیوں کی تاریخ رقم کی ہے ۔صلیبی جنگوں میں دشمن کو لوہے کے چنے ناکوں چبائے ہیں اس روشن اور تابناک ماضی کو سامراج آج تک نہیں بھولا ۔

اسی وجہ سے آئے روز سامراج مسلم قوم پر غلبہ پانے کی ہر کوشش کر رہا ہے کہ کہیں پھر سے خالد بن ولید ؓ سلطان صلاح الدین ایوبی نورالدین زنگی شہاب الدین غوری اور ترک جرنیلوں کی طرح ان کے جان نشین تاریخ کا رخ اور دھارا کہیں بدل کر نہ رکھ دیں اور اس مکار قوم کو محکومی کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ کردیا جائے ۔

جنھوں نے بڑی مشکل سے کایاں پلٹی ہے مگر سکھ کا سانس لینے میں اب بھی بڑی دشواری ہے کیوں کہ

اسلام کے مخلص فرزند کبھی بھی باطل اور طاغوت کے سامنے نہیں جھکے اور نہ ہی کبھی جھک سکتے ہیں۔ یہ مخلص لوگ عام طورپر مجاہدین کے نام سے جانے جاتے ہیں۔اسلامی ممالک کی یہود کے ہاتھوں اینٹ سے اینٹ بجتے دیکھ کر ان کو برداشت نہیں ہوتا وہ یہودو ہنود کے خلاف بر سر پیکار محدود اسلحہ لیکر میدان عمل میں کود چکے ہیں امت مسلمہ کا دفاع ان کا نقطہ نظر ہے کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے۔مشہور محقق افتخار احمد کا کہنا ہے۔

"جب سامراجی اقوام نے دیکھا کہ یہ جہادی تنظیمیں ان کے مشن میں روڑے اٹکا رہی ہیں تو ان پر پابندی لگانے اکاونٹ منجمد کرنے ان کو دہشت گرد قرار دینے میں اپنے ذاتی مصنوعی عالمی قوانین کا نفاذ کر کے صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی پر زور کوشش میں مگن ہیں مگر دین اسلام کا حامی وناصر خود اللہ تعالیٰ ہے اس کے مٹانے والے خود مٹ گئے ہیں [4]۔"

اب اس وقت صرف اسلامی جہادی تنظیمات جو اسلام کے دفاع کے لیے معرض وجود میں آئیں صیہونیت کے ظلم وبربریت کے رد عمل میں اور مقابلہ کے لیے میدان عمل میں مقدس جہاد کا مشن لے کر اتری ہیں۔ ان کو دہشت گردوں کی صف میں لا کھڑا کرنا یہود وہنود کا پروپیگنڈا اور چال ہے۔

مسلم قوم کے خلاف ان کے ضد اور بغض و عناد کی چنگاری سلگتے سلگتے اب آتش فشاں کے لاوا کی مانند ہو چکی ہے۔ اس ظلم وجبر کی زندہ مثال عراق ،چیچنیا ،بوسنیا، میانمر،شام ،فلسطین، کشمیر اورافغانستان کی دی جا سکتی ہے جہاں امت مسلم کا خون ارزاں ہو چکا ہے مسلم قوم کو اپنے ہی وطن میں گاجر اور مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے۔ایسے میں خانہ جنگی کا شکار لوگ مہاجرت پر مجبور ہو جاتے ہیں۔آخر کب تک امت مسلمہ اپنے پاوں پر کھڑی ہو گی اور ہوش کے ناخن لے گی ؟ امت مسلمہ میں وہ دفاعی جہادی تنظیمیں جو اپنے ملک کا دفاع کرنے میں مسلح جدجہد کر رہی ہیں ان پر یہودی ایجنڈے کی طرف سے پابندیوں کی تو سمجھ آرہی ہے کہ ان تنظیمات پر پابندی سے اسلامی ملک کی دفاعی صلاحیت کمزور ہو گی،عوام میں اضطراب اور بے چینی کے بادل چھائے رہیں گے۔بچ جانے والے لوگ دوسرے ممالک میں پناہ ڈھونڈنے میں عافیت جانتے ہیں جس کا فائدہ سامراج ہی کو ہو گا۔ مگر یہ بات بھی قابل غور اور قابل توجہ ہے کہ ان تنظیمات پر پابندیاں بھی مسلمان ملکوں نے سامراج کے کہنے پر لگا رکھی ہیں کہ وہ دہشت گرد ہیں تاکہ سامراج نداض نہ ہو [5]۔

امت مسلمہ کو اپنے دفاع کی کیا ضرورت ہے؟ جب ضرورت پڑی تو سامراج کو بلا لیں گے مگر اس کو واپس کون کرے گا؟۔ یہ سب کمزوریاں ہماری اپنی پیدا کردہ ہیں ۔ جب ہم بحیثیت قوم باہم تنازعات میں باہر کے بیٹھے دشمنوں کو ثالثی کے لیے یا برادر مسلمان ملک کو ڈرانے کی خاطر دعوت دیتے ہیں ایسے میں ہم اپنے پاوں پر خود کلہاڑی مار رہے ہوتے ہیں ۔ ہمیں یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ ہمیں کون ،کیوں اور کس مفاد کی خاطر باہم لڑا رہا ہے ؟ بیرونی دشمن کے عزائم اور مقاصد کیا ہیں ؟ کوئی پتہ نہیں ۔

بس لڑنا ہے اور اپنے ہی مسلمان بھائی" ملک" کا گلہ کا ٹنا ہے۔ میں طاقت ور ہوں اس کار میں میرے ساتھ یہود وہنود کی فوج بھی کافی تعداد میں موجود ہے۔ مجھے کسی کی کیا پرواہ۔

امت مسلمہ میں یہ وہ نظریات وافکار ہیں جنھوں نے امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا ہوا ہے۔ جتنے بھی قومی اتحاد کی بیٹھکیں کر لیں لا حاصل سعی اور کوشش ہے۔

دوسری جانب انسانی حقوق کی عالمی نام نہاد غیر مسلم تنظیمات اندھی بہری اور گونگی ہیں کیونکہ اسلامی ممالک میں مسلم قوم کا خون بہ رہا ہے اور یہ آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے مقاصد میں تو مغرب و یورپ کے مفادکا دفاع کرنا ہے۔ ان کو امت مسلمہ کے حقوق کی کیا پرواہ ہے۔ یہ تو امت مسلمہ کا خون چوسنے میں سکون اور فخر محسوس کرتی ہیں۔ اسلامی ریاستوں میں مسلمانوں کو ذبح ہوتا دیکھ کر یہ صرف علامتی بیان دینے کی حد تک محدود ہو جاتی ہیں کہ واقعی ہم نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اسلام مخالف قوتیں مسلمانوں کو اخلاقی و نفسیاتی طور پر پنچ ثابت کرنے کے لیے زندگیاں صرف کر رہی ہیں۔ اسلامی ریاستوں میں خلفشار، نفرت باہم دست و گریباں رہنے کے لیے سازشی جال کو طوالت بخشنے جال کے تال پول اتنے باریک کہ عام سادہ لوح مسلمان تو کیا ایک پڑھا لکھا مسلمان بھی ان سازشوں اور کرتوتوں سے واقف نہ ہو یہ ان کا وطیرہ ہے۔

تہذیبی ہم آہنگی

اگر ہم تہذیبوں کا باہم تقابلی جائزہ لیں تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دنیائے اسلام اور مغربی طرز معاشرت دو بڑی تہذیبیں ہیں ان کے مابین ٹکراؤ یا سرد رویے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو مضطرب کرتے ہیں۔ اس اضطراب کا براہِ راست اثر مغرب میں بسنے والے مسلمانوں پر پڑتا ہے جبکہ بالواسطہ طور پر اسلامی دنیا میں رہنے والے مسلمان بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں وقت کی ضرورت ہے کہ زبان مذہب ، کلچر، تاریخ ، رسوم و رواج وغیرہ میں اختلاف کو برداشت کیا جانا چاہیے ۔

اگر انسانیت اور مشترکات کی بنیاد پر بات کی جائے تو تعصبات ختم کیے جاسکتے ۔مسلمانوں کو درپیش مسائل کی نوعیت محض مذہبی نہیں بلکہ ان کی وجوہات عالمی سیاست ، سامراج کے توسیع پسندانہ عزائم اور عالمی معیشت بھی ہے یعنی استعمار کی جب تک کمزور ممالک کے وسائل کو ہتھیانے کی شخصی و عالمی حرص موجود ہے

تب تک حالات بہتر نہیں ہو سکتے۔ زندگی کا قانون یہ ہے کہ کوئی بھی کمزور اور بزدل کی عزت نہیں کرتا۔

موجودہ دور میں امت مسلمہ سابقہ عالمی اور اسلامی تاریخی حیثیت کو مدنظر نہ رکھا جائے یا یہودی سازشوں اور پوشیدہ حقائق کو اگر نظر انداز کر دیا جائے یا ان کی تاریخی حیثیت مسخ کر دی جائے،اس صورت میں ہم من حیث القوم مجموعی طور پر اہل مغرب ویورپ کا مقابلہ کسی بھی محاذ پر نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کی سازشوں سے واقف ہو سکتے ہیں کہ حفظ ما تقدم کا اہتمام کر سکیں اور اپنے دفاع کو مظبوط و مستحکم بنائیں۔اصل وجہ یہ ہے کہ اس وقت اہل مغرب نے امت مسلمہ پر غلبہ پانے کے لیے مختلف محاذ کھول رکھے ہیں ان میں عسکری محاذ کے علاوہ تہذیبی یلغار، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی تباہ کاریاں کے علاوہ برقی آلات اور الیکٹرانک ڈیوائسز قابل ذکر ہیں۔

دفاع اسلام اور مغربی رد عمل

موجودہ دور میں مسلم برادری کو جن قومی اور بین الاقوامی مشکلات ومصائب کا سامنا ہے یہ اکثر اغیار کی تخلیق کردہ ہیں۔مسلمان قوم کی اکثریت اغیار کی چیرہ دستیوں ، مکاریوں اور منفی رویوں سے ناواقف ہے ۔امت مسلمہ کو ایسا درس دیا جارہا ہے کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ سامراج بلکل ٹھیک ارشاد فرما رہا ہے ۔مثال کے طور پر جب مغربی دنیا مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیتی ہے ۔ایسے میں سادہ لو مسلمان یہ مان لینے کو تیار ہیں کہ واقعی ہی ہم میں دہشت گرد موجود جو ہیں ۔

لہٰذا استعمار درست کہ رہا ہے جب یہ سوال کیا جائے کہ نام نہاد امن کے داعی اور علمبردار استعمار کی عسکری قوت مسلم ممالک میں یا دیگر مظلوم و محکوم ممالک میں کیا کر رہی ہے ؟کیا وہ یہاں مچھلیاں پکڑنے آئی ہے؟جواب ہو گا کہ ہم وہاں امن مشن کے لیے رکے ہوئے ہیں ۔

عالمی امن قائم کرنا ہماری ذمہ داری ہے ۔ ایسی صورت حال میں جب ان سے کوئی سوال کرے کہ عالمی امن اور انصاف کا ٹھیکہ اگر تمھاری مرضی کے مطابق یعنی تمھاری ذمہ داری ہے کہ غیر یہودیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالو یہ اصل امن ہے۔

تو اس صیہونی دہشت گردی کے رد عمل میں مسلمان مجاہد یہ سمجھتا ہے کہ اپنے ہی ملک وطن میں اس کی آزادی اور حق زندگی بھی اغیار نے چھین لیا ہے تو سنگین جنگی حالات میں اپنے ہی ملک وملت کے

دفاع کی خاطر موت کی کش مکش میں ظالم اور جابر مسلح غیر ملکی غاصب اور قاتل کے سامنے اگر لیٹ کر ذبح ہی ہونا ہے توپھر کم از کم اتنا تو ہو کہ باہر کے دہشت گرد کو بھی پتہ چلے کہ مسلمان مجاہد شہید ہونے ہی چلاہے۔اب یہ مجاہد ملک و قوم کے دفاع کے لیے اپنے وطن کے اندر سامراج کو سبق سکھانے کی خاطر فدائی حملہ یعنی خود کش حملہ کی صورت میں میدان کارزار میں جب کفن باندھ کراترتا ہے تواس خود کش حملہ میں مرنے والے ملکی اور غیر ملکی سب شامل ہو تے ہیں۔جیسا کہ افغانستا ن ،کشمیر ،فلسطین ،شام ،عراق کی موجودہ صورت حال سب کے سامنے ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اپنے ملک اور قوم کا دفاع کرنا دہشت گردی ہے؟تو جواب یہ ہو گا کہ عالمی طاقتیں سب سے بڑی دہشت گرد ہیں یہ افرا تفری صرف مسلمان ممالک میں کیوں ؟ اس لیے کہ یہ پر امن قوم ہے امن کی خواہاں ہے یہ بات مسلم مخالف طاقتوں کو برداشت نہیں ہوتی۔

ترقی کے اس دور میں مسلم دنیا آبادی کے لحاظ سے کل دنیا کی آبادی کا ۲۵ فیصد ہیں ۔ مذہب کے اعتبار سے بھی دوسری عالمی آبادی میں شمار ہو تا ہے۔ پھر ہم خود اپنا دفاع کیوں نہیں کر سکتے ۔

اصل وجہ یہ ہے کہ آج کے اس سائنسی دور میں پروپیگنڈہ اپنا ایک اثر رکھتا ہے ہم اگر اپنے طور پر یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھے رہیں کہ ہم تو اپنی جگہ صحیح ہیں، ہمارے خلاف یہ تمام باتیں سچی نہیں ہیں، لہٰذا یہ چل نہیں پائیں گی اور دنیا ان کا یقین نہیں کرے گی، تو ایسا سمجھنا خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ خاص طور پر اس لیے کہ دنیا میں ربط وتعلق اور واقفیت واطلاع کے ذرائع کی کثرت کے باوجود آج بھی مختلف افراد واقوام میں ایک دوسرے سے ناواقفیت بھرپور طریقہ پر پائی جاتی ہےاس لیے ایسے سادہ اذہان پر اس منفی پروپیگنڈہ کا اثر پڑنا قدرتی اور لازمی بات ہے۔

اس صورت حال کے اسباب میں ایک اہم سبب ہمارا اپنے خول میں بند رہنا اور دیگر اقوام سے کنارہ کش رہنا بھی ہے۔سامراج کے ان منفی رویوں پر بھی خاص طور پر توجہ کی ضرورت ہے۔

مسلم اقلیت

وہ غیر مسلم ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ان ممالک میں اسلام کے باشندوں پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے ۔ امت مسلمہ کو اپنے مذہبی شعار رسوم ورواج سے روکنے کے اوچھے ہتھکنڈے ہو رہے ہیں۔

قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں باقاعدہ قانون سازی کے نام پر امت مسلمہ کو پس پردہ دیوار سے لگانے کی عالمی سطح پر کاوشیں ہو رہی ہیں ۔اس ساری سازشوں کے پیچھے صیہونی مکتبہ فکر" Zionism school of thought" کی منفی سوچ کار فرما ہے

شاذونادر یورپی اور مغربی ممالک اپنے ملک میں مسلمان اقلیت کی طرف داری کرتے ہیں،اپنے ممالک میں مسلمانوں پر متشدد قسم کی کوئی مذہبی قدغن نہیں۔مجموعی صورت حال اس کے برعکس ہے یہی ممالک دوسرے اسلامی ممالک کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی سعی لا حاصل میں سر گرداں ہیں ۔اس کے برعکس مسلم ممالک میں اقلیتوں کے ساتھ اچھا برتاو کیا جاتا ہے۔باقاعدہ وزارت قائم ہے جو ان کے حقوق کا تعین اور تحفظ فراہم کرتی ہے۔انھیں جانی ومالی تحفظ کے علاوہ باقاعدہ زندگی کے جملہ شعبہ جات میں برابری کی سطح پر کاروبار،ملازمت، تعلیم وصحت اور عدل وانصاف کی سہولیات مہیا ہیں۔

خلاصۃ البحث

امت مسلمہ میں اب تلک کوئی موثر اور قابل تقلید جدید تقاضوں سے ہم آہنگ اسلامی نظام حکومت"خلافت وشورائیت" معرض وجود میں نہیں آسکا کہیں وراثتی آمریت کہیں نام نہاد اسلامی جمہوریت ، کہیں عوامی ومغربی جمہوریت کہیں سیکولر،کہیں صدارتی اور کہیں پارلیمانی نظام حکومت کا چرچا ہے ۔یہاں بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے۔دنیائے اسلام کا متفقہ،مشترکہ دفاع کا کوئی لائحہ عمل قابل غور ہی نہیں اگر ہے تو اس کی اہمیّت،معیار اور مبارزت کی کوئی جہت دشمن کے مقابلے میں متعین ہی نہیں ہے۔

مسلم ممالک کی باہمی لڑائیوں،جھگڑوں اور سرحدی تنازعات میں ثالثی کا کردار امت مسلمہ کو باہم گفت وشنید سے خود ادا کرنا چاہیے۔ہم آپس کی رسا کشی اور اختلافات کو ختم کرنے کی ضرورت بھی محسوس کر رہے ہیں پھر بھی باہم دست وگریبان ہیں،ایسے میں اغیار کی ثالثی زہر قاتل ہے۔احساس کے باوجود امت مسلمہ نہ ایک پلیٹ فارم پر ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے اصول اور اسلام کی بنیاد پر یکجا ہو رہے ہیں۔ فی زمانہ اتحاد امت کے لیے مخلص جہد مسلسل کی اشد ضرورت ہے۔

مسلم قوم اور ملکوں کے موجودہ اہداف کسی معنی میں بھی درست اہداف نہیں ہیں۔ دین اسلام کی سمت کسی طرف ہے تو ان ملکوں اور قوموں کی سمت کسی اور طرف۔ اس لئے ان ملکوں اور قوموں

کے موجودہ اہداف پر مقاصد کا حصول فضول ہے۔ ترقی اور امن و سلامتی کے لیے خلافت و شورائیت کی تشکیل نو کے لیے اقدامات کرنا ہوں گے۔ اکثریت مسلم ممالک کی مالی طور پر مستحکم ہونے کے باوجود اپنی غلط پالیسیوں کی وجہ سے مغرب ویورپ کے دروازے پر سوالی بن کر کشکول لیے کھڑی ہے۔ ایسے میں ہم اپنے آپ کو من حیث القوم صحیح معنوں میں مغرب کے سامنے پہچان اور شناخت کے لیے پیش نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنی ہوگی اور امت مسلمہ کو الگ سے مالی نظام ترتیب دینا ہوگا، جس پر سامراج اثر انداز نہ ہو سکے۔ مسلم ممالک کے قائدین، دشمن کے ساتھ کھل بات کرنے اور صحیح موقف اختیار کرنے سے پہلوتہی کرتے ہیں عجیب بات ہے کہ مسلم راہنما سب کچھ دیکھ رہے ہیں سمجھ بھی رہے ہیں ساری سازشوں کو محسوس بھی کر رہے ہیں مگر امت مسلمہ کے دفاع کے لیے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1 مسلم مخیر حضرات کو اس کار خیر میں حصہ لینے کی ترغیب دی جائے۔ اسلامی میڈیا کو اسلام کی اشاعت کی ذمہ داریوں کو بطریق احسن سر انجام دینے کی حکومتی سر پرستی حاصل ہونی چاہیے۔ اسلامی ممالک میں تفرقہ بازی ،نفرت اور باہم تکفیر کے فتاوی پر سختی سے پابندی لگادی جائے کہ یہ کوئی اسلام کی خدمت نہیں ہو رہی۔ بلکہ امت مسلمہ کو باہم لڑانے کا موجب ہے۔

2 ثروت صولت، ملت السلامیہ کی مختصر تاریخ(لاہور:ادارہ معارف اسلامی منصورہ(س۔ن)ص: 198

3 آج سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ علمائے اسلام ،مسلم قائدین ، زعمائے امت ،داعیانِ دین اور مسلمانوں میں اثر و رسوخ رکھنے والی شخصیات آپس میں پہلے اپنے دلوں کو جوڑیں، اپنے اختلافات کو دور کریں ،اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں ،اپنے ذاتی مفادات پر ملی مفادات کو مقدم رکھیں ،دین و امت مسلمہ کی حفاظت کی فکر کریں ،آپس میں اتحاد واتفاق کے بعد قوم و ملت کو الفت و محبت ،اتحاد واتفاق اور دلوں کو جوڑنے کی بھرپور دعوت دیں اور کوشش کریں۔

4 افتخار احمد، عالمی تحریک کے عظیم قائدین(لاہور:المیزان پبلشرز(س۔ن)ص:200

5 ادنیائے اسلام میں جو جہادی تنظیمیں اپنے ملک کے دفاع اور بقاء کی خاطر جنگ لڑ رہی ہیں۔ سامراج نے ان پر دہشت گردی کا الزام لگایا ہوا ہے کہ یہ لوگ اپنے ملک کا دفاع کیوں کر رہے ہیں ۔ ان کو خودساختہ بنائی ہوئی دہشت گردوں کی فہرست میں شامل کر کے ان کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے امت مسلمہ کو بھی ان کے خلاف عملی اقدامات اٹھانے پر زور دیا جاتا ہے۔ بصورت دیگر اس ملک پر پابندیاں لگادی جاتی ہیں اور تنہا کر کے عسکری یلغار کی راہ ہموار کی جاتی ہے۔ حالاں کہ جہاد ایک مقدس مذہبی دفاعی فریضہ ہے ۔امت مسلمہ کی بقاء اور آزادی کا ضامن ہے۔